یکم اپریل 786/92/66 2002ء

فیض گنج بخش دنیائے عرب میں

اعلیٰ حضرت مولانا
احمد رضا خان قادری
رحمہ اللہ تعالیٰ

سفیر اسلام
مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی

حافظ الملت حافظ محمد صدیق
(بھرچونڈی شریف)

حضرت ضیاء الامت

اگر آج بھی مولانا شاہ احمد نورانی
کی قیادت میں قوم اکٹھی ہو جائے تو
انقلابِ نظامِ مصطفیٰ
برپا ہو جائے
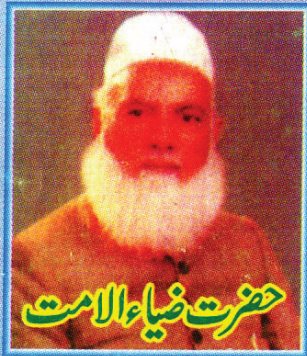
پیر سید بشیر احمد خورشید
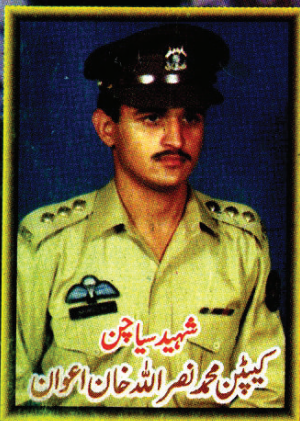
شہید سیاچن
کیپٹن محمد نصر اللہ خان اعوان

حضرت علامہ پیر سائیں
حافظ محمد عبدالغفور قادری قدس سرہ العزیز

استاذ العلماء مولانا محمد عبدالحق بندیالوی سے مفصل انٹرویو

انوار رضا لائبریری بلاک نمبر ۴ جوہر آباد ضلع خوشاب فون: 0454/721787

حسن ترتیب

اپنی بات

آئیں! اناؤں کو قربان کریں

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ برصغیر میں دو قومی نظریہ کا پہلا فتویٰ چودھویں صدی ہجری کے مجدد سیدنا اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے 1894ء میں جاری فرمایا جو قیام پاکستان کے سلسلہ میں سنگ میل ثابت ہوا۔ پھر قیام پاکستان سے قبل اور قیام پاکستان کے بعد مختلف ادوار مثلاً 1897ء میں پٹنہ سنی کانفرنس، 14 اکتوبر 1939ء مراد آباد سنی کانفرنس، 27 اپریل 1946ء بنارس سنی کانفرنس، 1946ء اجمیر سنی کانفرنس، 13,14 جون 1970ء دار السلام (ٹوبہ) سنی کانفرنس، 9,8 اگست 1970ء کراچی سنی کانفرنس، 16,17 اکتوبر 1978ء ملتان سنی کانفرنس برصغیر میں ہماری دینی تاریخ کا سنہرا دور تھا۔ بعد ازاں رائے ونڈ، لاہور موچی دروازہ، خوشاب غلہ منڈی، لاہور مینار پاکستان، کراچی نشتر پارک، اور چوک اعظم (لیہ) میں کانفرنسیں منعقد کی گئیں جن کا مقصد عقائد اہلسنت کا تحفظ، حقوق اہلسنت کی بحالی اور دینی و مسلکی حوالے سے قوم میں بیداری تھا۔ اب کی بار مدینۃ الاولیاء ملتان شریف، میں حضرت قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی کی زیر سرپرستی اور امیر اہلسنت حضرت صاحبزادہ پیر میاں عبد الخالق سجادہ نشین بھر چونڈی شریف کی زیر صدارت منعقد ہونے والے عظیم الشان ملک گیر "سنی ورکرز کنونشن" کا مقصد بھی وطن عزیز پاکستان میں معاشرتی اصلاح اور نفاذ نظام مصطفےٰ ﷺ کی راہ ہموار کرنا ہے۔

اس نازک مرحلہ پر سنجیدہ فکر، طبقہ میں جس بات کی شدت سے کمی محسوس کی جا رہی ہے وہ اہلسنت و جماعت کے مختلف طبقات کا باہمی اتحاد و اتفاق ہے۔ موجودہ حالات میں رسائل و اخبارات میں ایک دوسرے پر بے بنیاد الزامات عائد کرنے اور اجتماعات میں کمزور گفتگو کرنے کی جو ریت چل نکلی ہے بہر حال یہ ہمیں کسی بھی صورت میں زیب نہیں دیتی اور نہ ہی کسی قیمت میں وارا کھاتی ہے۔ اہلسنت ایسی گفتگو کے ہرگز متحمل نہیں ہو سکتے لہذا ہماری دردمندانہ گزارش ہے کہ اپنی صحافتی توپوں کے رخ ایک

حضرت ضیاء الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں گذرے چند مبارک لمحات کی

حسین یادیں

صاحبزادہ حافظ محمد طاہر سلطان قادری

میں ان لمحات زیست کو کیسے بھول سکتا ہوں جو اپنے دامن میں بے پناہ لطافتیں اور نکہتیں سمیٹے ہوئے ہیں؟ میں ان سعید ساعتوں کو کیونکر فراموش کروں جنھوں نے مجھے ابدی اور لازوال مسرتوں سے ہمکنار کیا؟ نہیں، نہیں میں ان گھڑیوں کو طاق نسیاں کی زینت نہیں بنا سکتا جب اس کرم کے بحر بے کراں نے مجھے اپنی آغوش کرم میں لیا، کہنے کو تو یہ ایک مختصر ملاقات تھی لیکن محسوس ایسے ہوتا ہے کہ اس کا ایک ایک لمحہ صدیوں پر محیط ہے۔ مدت دراز گزر گئی مگر آنکھیں ابتک خیرہ خیرہ ہیں، ان کے نورانی لب ورخسار آنکھوں سے ایک دم اوجھل نہیں ہوتے ان کی زبان فصیح البیان سے نکلے ہوئے نیلم و مروارید جیسے الفاظ اب بھی قلب و ذہن میں گونج رہے ہیں۔

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے غالباً ۱۹۹۳ء کی بات ہے میں اپنے والد محترم مولانا محمد اکبر فاضل بھیرہ کے ہمراہ آستانہ عالیہ سیال شریف میں ان کے خالہ زاد بھائی غازی صلاح الدین کے فرزند ارجمند اور حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی کے پوتے صاحبزادہ علاؤ الدین صاحب کی شادی کی تقریب میں آیا تھا۔

جب عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد خانقاہ معلّی سیال شریف سے باہر آئے تو میرے ہمراہ محمد عبد اللہ سیالوی صاحب آف ساہیوال تھے انھوں نے مجھے اس طرف متوجہ کیا جہاں اللہ کا ایک بندہ اپنے رب کے سامنے عبودیت کے سجدے نچھاور کر رہا تھا مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری ہیں بس پھر کیا تھا، میرے قدم جہاں تھے وہیں رک گئے جب اس مہر درخشاں پر نظر پڑی تو آنکھ جھپکنا بھول گئی۔ چہرہ انور سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں ایک آفتاب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا کہ مجھے نہیں اور بھی کئی لوگوں کو شوق ملاقات بے تاب کئے ہوئے تھا۔ آپ مصروف نماز تھے اور آپ کے گرد لوگوں کا حلقہ بن چکا تھا اور رفتہ رفتہ یہ جم غفیر کی صورت اختیار کر گیا اس سے پیر

صاحب کا رخ انور کیا تھا ایک جلوؤں کی بہار تھی جو ہر شخص کو مسحور کئے دیتی تھی ایک طرف میرے والد صاحب سراپا شوق وادب بنے کھڑے تھے جونہی پیر صاحب نے سلام پھیرا قدم بوسی کے لیے آگے بڑھے۔ پیر صاحب نے ان کو گلے سے لگا لیا اور کافی دیر بغلگیر رہے، اب میری باری تھی میرے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی پیر صاحب کی زیارت وملاقات کے شوق کی چنگاری پہلے ہی موجود تھی اور اب تو جیسے آتش فشاں پھٹ پڑا ہو، بے قراری حد سے بڑھ گئی تھی اور خوشی سے میرے جسم پر لرزہ طاری تھا بالآخر وہ ساعت سعید آن پہنچی کہ ناچیز اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوا والد محترم نے پیر صاحب کو بتایا کہ یہ میرا چھوٹا بیٹا ہے اور میرا ارادہ ہے کہ یہ جامعہ محمدیہ غوثیہ میں تعلیم حاصل کرے۔ اور آپ کے قدموں میں جگہ پائے۔

یہ سن کر پیر صاحب از حد خوش ہوئے اور آپ کے لبوں پر ایک دلنواز مسکراہٹ تیر گئی پیر صاحب نے مجھے کچھ دیر صاحب دامان کرم میں لیے رکھا اور ایسی مہربانی اور شفقت فرمائی کہ جس کو میں آج تک برابر محسوس کرتا ہوں پیر صاحب نے جس محبت بھرے انداز میں میری پیشانی کو بوسہ دیا وہ تادم زیست قلب وذہن میں نقش رہے گا یوں محسوس ہوتا تھا جیسے رنگ وبو کی تمام ترلذتیں پیر صاحب کے لبوں میں سمٹ آئی ہوں جن کو پیر صاحب نے ناچیز کے ماتھے کا جھومر بنا دیا کرم اور شفقت کے اس انداز میں بھول جانا میرے بس کی بات ہی نہیں اور میں آج بھی ان سرور آگیں لمحات کی کیف ومستی سے سرشار ہوں

قبلہ والد محترم نے بتایا کہ پیر محمد کرم شاہ کی شفقتیں ہر شخص کے ساتھ اسی طرح ہیں کوئی بھی ملاقاتی ان کے اخلاق کریمانہ کو شدت سے محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو بھی آتا ہے سرشار ہو کر واپس جاتا ہے مگر ہم پر تو آپ اور بھی زیادہ مہربان تھے اسوجہ سے کہ حضرت پیر محمد کرم شاہ کے مرشد کریم شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمرلدین سیالوی دو سال ہمارے جد امجد حضرت سلطان اعظم چھروی کے پاس زیر تعلیم رہے اور پھر حضرت خواجہ غلام قمر الدین سیالوی، حضرت خواجہ غلام محمد چھروی کے داماد بنے اس طرح خانوادہ شمس العارفین سے خاندانی روابط قائم ہو گئے ان وجوہات کی بناء پر قبلہ پیر صاحب راقم کے والد محترم کو ترجیحی بنیادوں پر اپنے بہت قریب خیال فرماتے تھے۔

علاوہ ازیں کلاس میں لائق ترین طالب علم ہونے اور حق گوئی وبے بیاکی، کی وجہ سے بھی پیر

صاحب ان کو پسند فرماتے تھے۔ جب بھی طالب علموں سے کوئی غلطی سرزد ہوتی اور پیر صاحب ناراض ہو جاتے پھر کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ پیر صاحب کا سامنا کرے اس وقت میرے والد محترم ہی پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے اور انتہائی ادب سے معافی طلب کرتے حضرت پیر صاحب کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے درگزر فرماتے۔

پیر صاحب جب علیل تھے اور کمپلیکس ہسپتال میں زیر علاج تھے مرض خطرناک حد تک بڑھ گیا اس وقت ہم ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے وہاں آپ کے صاحبزادے پیر محمد امین الحسنات شاہ کا اور صاحبزادہ حفیظ البرکات شاہ بھی تھے۔ پیر صاحب لیٹے ہوئے تھے آنکھیں کھلی تھیں لیکن بولنا مشکل تھا پیر صاحب کی اس پراسرار خاموشی نے فضا کو اور زیادہ اداس اور گھمبیر بنا دیا تھا وہ چہرہ جس پر ہر وقت تبسم رقصاں ہوتا تھا جو ملکوتی مسکراہٹوں کی آماجگاہ تھا اب کملائے ہوئے گلاب کی طرح نظر آ رہا تھا دیر تک ہماری طرف دیکھتے رہے اور آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں جاری تھا اس منظر کی تاب ہمارے اندر بھی نہ تھی میری آنکھیں بھی اشکبار ہو گئیں میں نے والد محترم کی طرف دیکھا ان کا چہرہ بھی آنسوؤں سے بھیک چکا تھا بالآخر ہم نے بادل نخواستہ صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب سے اجازت لی اور بہت افسردہ دل اور رنجیدہ وکبیدہ خاطر ہو کر واپس آئے پھر ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ ریڈیو پاکستان پر یہ جانگسل اور روح فرسا خبر سنی کہ حضرت پیر محمد کرم شاہ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے علم وآگہی کا یہ آفتاب عالم تاب مدت تک ضیاء پاشیاں کرتا رہا۔ اپنی نور کی کرنوں سے ذروں کو منور کرتا رہا اور اپنی زندگی کی ۸۰ بہاریں گزارنے کے بعد بالآخرج اور عید قربانی کی درمیانی شب اپنے خالق حقیقی سے جاملا............ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے اور جمیع صفات حسنہ سے متصف تھے آپ زہد، ورع، تقوئی، خشیت الٰہی، حسن خلق، قناعت، غریب پروری، تواضع اور عجز وانکساری جیسی خصوصیات کے مظہر اتم تھے۔ آپ کی خدمات اور کارناموں پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے آپ کے تمام شعبہ ہائے زندگی کے متعلق علماء ومفکرین نے تحریر کیا ہے۔ اب ان کے مشن کو انہی جیسے جذبے، محنت، لگن اور شوق سے جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ ان کو فردوس بریں میں جگہ عطا فرمائے اور ان کا فیض صبح قیامت تک جاری رکھے۔ آمین۔